ابوالحسن اختر☆

دوسری قسط

تصوف اور اس کی حقیقت

مراحلِ تصوف

جیسا کہ پہلی قسط میں گزر چکا ہے کہ تصوف کی ابتدا بصرہ میں زہد اور ریاضت و عبادت سے ہوئی ہے، پھر یہ علم صوفیت کے منظم نہج پر چلنے لگا کہ آہستہ آہستہ یہ تحریک ایسے خرافاتی عقیدے کی طرف بڑھنے لگی جن کا اسلام سے دور ونزدیک سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔

[شیخ عبدالقادر جیلاني وآراؤہ الصوفیة از سعید قحطانی، ص:۵۰۳]

❶ پہلا مرحلہ

جو عباد وزہاد کا مرحلہ ہے جن پر شرعی آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خوفِ الٰہی، عبادت، ترکِ دنیا اور زہد کے جذبے کا غلبہ تھا۔ اس مرحلے کی ممتاز شخصیت سیدنا عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عامر رحمہ اللہ ہیں جو کثیر العبادت اور روزوں میں وصل کرنے والے تھے۔ ایک روز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اے میرے بیٹے! میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ تو اس طرح نہیں کرتے تھے۔''

ان کے علاوہ طلق بن حبیب الفنري اور بشر بن الحارث الحافي کا شمار اسی مرحلہ سے ہوتا ہے۔ [الرسالة القیشریة:۱/۱۱۸]

تصوف کے اس مرحلہ کی صفات

① زیادہ تر سنت کے ساتھ تمسك تھا۔
② علم اور علما کا احترام۔
③ دین میں قلتِ فہم اور غلو۔
④ تبلیغ کا خصوصی اہتمام جس میں اہل کتاب اور سابقہ اُمتوں سے ماخوذ قصوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔

☆ فاضل مدینہ یونیورسٹی، فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

⑤ خوف، حزن کے پہلوؤں کی جانب مبالغہ، روزوں میں وصل کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت سنتے وقت غشی پڑنا۔

⑥ مجالس علم سے بعد اور کسبِ معاش سے اعتزال۔ [الطبقات الکُبریٰ للشعراني: ۱/۵۱ تا ۵۳، ۵۵، ۱۸۶]

❷ دوسرا مرحلہ

صوفیت کی ابتدا کا مرحلہ ہے جس میں تصوف کے طرق اور مصطلحات وضع ہوئیں۔ اس مرحلہ میں علم کی ظاہر و باطن، قلب و قالب، شریعت و طریقت کے نام پر تقسیم ہوئی۔ یہ وہی مرحلہ ہے جس میں اولیا سے شریعت کے احکامِ تکلیفیہ ساقط ہونے کا اس گمان پر اعلان کیا گیا کہ وہ کشف والہام کے ذریعے علم حقیقت کی معرفت رکھتے ہیں۔ [مجموع فتاوی: ۱۱/۴۱۷، ۴۳۹]

تصوف کا یہ مرحلہ جن مشائخ کے مرہون منت ہے یا جنہیں تصوف کی امامت کا درجہ حاصل ہے، درج ذیل ہیں:

① أبو العباس علی بن عبداللہ الشاذلی (ت ۶۵۶ھ) ہیں جن کی طرف طائفہ شاذلیہ کی نسبت ہے۔

تعجب خیز بات ہے کہ جامعہ الازہر کے سابق شیخ عبدالحلیم محمود نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں وہ شاذلی کی مدح وستائش اور ان کے طریقے کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

> ''نبی ﷺ نے اپنے حجرے سے شاذلی کے ساتھ کلام کی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاذلی مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حرم (مسجد نبوی) کے دروازے پر طلوعِ آفتاب سے دوپہر تک کھڑے رہے، سر پر کپڑا ہے نہ پاؤں میں جوتا۔ رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگ رہے ہیں، جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے میں اس وقت داخل ہوں گا جب مجھے اجازت مل جائے گی یہاں تک کہ روضہ شریفہ کے اندر سے آواز آئی: اے علی! داخل ہو جاؤ۔''

[المدرسة الشاذلية الحديثية از عبدالحلیم، ص:۳۲]

اسی طرح کی ایک حیرت انگیز کہانی شیخ صوفیا أحمد رفاعی کے بارے میں پیش کی جاتی ہے کہ ان کے متبعین ان کے بارے میں یہ زعم کرتے تھے کہ جب انہوں نے حج کیا تو حجرہ نبویہ کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور کہا السلام علیکم یا جدي تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علیك السّلام یا ولدي۔ اور یہ بات مسجد میں تمام حاضرین نے سنی اور مزید رسول اللہ ﷺ نے قبر سے اپنا ہاتھ بڑھایا جس کو شیخ رفاعی نے تقریباً نوے ہزار کے جمِ غفیر کے سامنے چوما، جس پر لوگوں نے کہا اس کرامت کا انکار کفر ہے۔ [شیخ عبد القادر جیلاني وآراؤه الصّوفية]

ایسی نوبت قرونِ اولیٰ کی نفوسِ قدسیہ کے بارے میں کبھی پیش نہ آئی تھی۔

تصوف کے اس مرحلے کی صفات طبقات صوفیا کے چوتھے اور پانچویں طبقہ میں بڑی تفصیل سے گزر گئی ہے۔

③ تیسرا مرحلہ

یہ مرحلہ انتہائی نازک شمار کیا جاتا ہے اس میں یونانی فلسفے، فارسی اور مجوسی توجیہات اور یہودی، عیسائی تعلیمات کے سرایت کر جانے کے بعد اس مرحلہ کی صفات درجِ ذیل ہیں:

① صوفیت کے اصول وضع ہونے لگے جن کی بنیاد عیسائیت سے متاثر ہو کر اتحاد وحلول، مجوسیت سے متاثر ہو کر شخصیت پرستی اور اس کی تقدیس، ہندومت سے متاثر ہو کر فنا اور تناسخ، یونان کے فلسفے سے متاثر ہو کر الحاد اور زندیقیت اور وحدت الوجود وغیرہ کے عقائد ونظریات پر تھی۔

[درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیہ: ۸۲/۵، تلبیس إبلیس: ص ۳۴۵]

② علم لدنّی، اللہ رب العزت سے بلا واسطہ کسبِ فیض کا دعویٰ ہونے لگا جس طرح بسطامی کا قول ہے:

أخذتم دينكم ميت عن ميت أمّا نحن فنأخذ عن الحي الذي لا يموت

[الطبقات الكبرى: ۵/۱]

''تم نے اپنا دین ایک فوت ہو جانے والے کا دوسرے فوت ہو جانے والے سے حاصل کیا ہے لیکن ہم اپنا دین، اس حیی ذات (اللہ تعالیٰ) جسے کبھی موت نہ آئے گی، سے بلا واسطہ لیتے ہیں۔''

اور ابن عربی رحمہ اللہ کا قول ہے:

والله ما كتبت في الفتوحات المكية حرفا إلا إملاء إلٰهی أو إلقاء ربانی أو نفث روحاني أو روح كياني. [فتوحات مكية لابن عربي: ۴۵۶/۳]

''اللہ کی قسم میں نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں ہر حرف اللہ کی طرف سے املاء، القاء ربانی، افہامِ روحانی اور اپنی فطری روح سے لکھا ہے۔''

③ کتاب وسنت جیسے صحیح مناہج کو پانے کے بجائے ان سے دوری کی وجہ سے عقائد کی خرابیوں مثلاً تشیع، رجاء اور قدر میں واقع ہوئے۔

④ بعض صوفیا تو فحاشی اور گھٹیا صفات میں یہ گمان کر کے داخل ہو گئے کہ یہ کرامات ہیں۔

امام غزالیؒ کے بارے میں مستشرقین کی تصریحات

مستشرق نیکلس نے امام غزالیؒ کے دینِ تصوف کی حقیقت کو خوب سمجھا اور کہا:

''تصوف کے جرثومے پھیلانے والا پہلا شخص غزالی ہے۔ امام غزالیؒ نے وحدۃ الوجود کے قائل بعض

صوفیا، جیسے ابن عربی اور اس کے علاوہ سلسلوں کے اصحاب کیلئے راستہ کشادہ کر دیا۔''

[في التصوّف الإسلامي، (ترجمہ: ڈاکٹر عفیفي) ص: ۱۰۴ بحوالہ: هذه هي الصوفية، ص: ۵۵]

گولڈ زیہر لکھتا ہے:

''غزالی نے تصوف کو گوشۂ عزلت سے نکالا اور اسلام اور مسلم معاشرے کے اندر اسے ایک مرغوب عنصر بنا دیا اور سرکاری طور پر اسے مقبول کر دیا۔ اس نے تصوف کے متعلق آرا کو جمع کیا اور ان سے مدد لی تاکہ جامد دُنیا مظاہر کے اندر ایک روحانی طاقت بخش سکے۔''

[التراث اليوناني (ترجمہ: ڈاکٹر بدوی) بحوالہ: هذه هي الصوفية، ۵۶]

کارل پیکر لکھتا ہے:

''ابتدائے اسلام میں تمام مسلم فرقوں پر غنوصی روح چھائی ہوئی تھی مگر اس کے بعد تصوف چھا گیا۔ شروع میں تو تصوف دین سے خارج ایک بدعت تصور کیا جاتا تھا مگر غزالی کی بدولت اسے زہر سے خالی ایک جام کی حقیقت مل گئی اور اہل سنت نے اسے قبول کر لیا۔''

[التراث اليوناني (ترجمہ: ڈاکٹر بدوی) بحوالہ: هذه هي الصّوفية، ۵۶]

تصوف سے امام غزالیؒ کی برأت

امام سبکی رحمۃ اللہ اپنی کتاب طبقات الشافعیہ میں غزالی کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''وہ آخری ایام میں کتاب وسنت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) مگر امام غزالیؒ نے آخری ایام میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی جس سے ثابت ہو کہ وہ کتاب وسنت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔''

[طبقات الشافعية، بحوالہ: هذه هي الصوفية، ص: ۵۶]

کراماتِ صوفیا

آپ نے پیچھے مراحل تصوف میں چند کرامات ملاحظہ فرمائیں:

کرامات کو ذکر کرنے کیلئے الگ سے ایک دفتر درکار ہے بطور نمونہ ایک اور کرامت سنتے جائیے۔

ابن ابی ذرعۃ الصوفی کہتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے والد محترم اور ابن حنیف کے ساتھ مکہ کا سفر کیا ہمیں شدید فاقہ کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ہم مدینہ رسول میں داخل ہوئے اور ہم نے بھوک کی حالت میں رات گزاری، اس وقت میری عمر بلوغت سے کم تھی۔ میں بھوک کی وجہ سے کئی مرتبہ اپنے ابا جان کے پاس آیا۔ لہٰذا ہمارے والد صاحب روضہ شریف کے سامنے آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! اس رات میں آپ کا مہمان ہوں اور مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اور کبھی ہنستے ہیں اور کبھی روتے ہیں اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے میرے ہاتھ پر درہم تھمائے ہیں۔ انہوں

نے ہاتھ کھولا تو واقعی ان کے ہاتھ میں دراہم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دراہم میں اتنی برکت ڈالی کہ ہم شیراز واپسی تک انہیں خرچ کرتے آئے۔ اور اسی طرح کا ایک واقعہ السید ظلیل ابوالعباس احمد الصوفی بھی اپنی بابت نقل کرتے ہیں۔ [دفع الشّبه من شبه وتمرد ونسب ذلك إلى السّيد،۱/۸۴]

اس مذکورہ کرامت میں رسول اللہ ﷺ میزبان تھے، لیکن ان کرامات کا سلسلہ ابھی رکا نہیں تھا کہ ماضی قریب میں ایک کرامت پاکستان کے 'شیخ الاسلام' سے ظاہر ہوئی، وہ یہ کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی مہمانی کا شرفِ میزبانی حاصل ہوا اور پھر کچھ دن قبل آسمان پر بادلوں میں اسم محمد ﷺ لکھا ہوا دکھائی دیا۔

معجزات اور کرامات کا ماننا اور شعبدہ بازی کا انکار کرنا جزوِ ایمان ہے، لیکن ایسی کرامات جن سے ایمان ویقین میں دراڑ پیدا ہو اور عقیدہ توحید میں خلل واقع ہو، کو نہ ماننا بھی جزوِ ایمان ہے۔

تحریک تصوف کے بنیادی عقائد ونظریات

جہاں تک تصوف کے بنیادی عقائد ہیں تو ان کی اصل بنیاد ذاتی مکاشفات ومشاہدات پر ہوتی ہے جن میں فروعی اختلاف کے باوجود چند باتیں متفق علیہ ہیں جن کو طریقت میں نظریات وعقائد کی حیثیت حاصل ہے۔ جو مراتب کے لحاظ سے درج ذیل ہیں:

① وحدۃ الوجود

یعنی انسان چلہ کشی اور ریاضتوں کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے کائنات کی ہر چیز میں خدا نظر آنے لگتا ہے۔ بلکہ وہ ہر چیز کو خدا کی ذات کا حصہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس قدرِ مشترک کے لحاظ سے ایک بدکار انسان اور ایک بزرگ، ایک درخت اور ایک بچھو، لہلہاتے باغ اور ایک غلاظت کا ڈھیر سب برابر ہوتے ہیں کیونکہ ان سب میں خدا موجود ہے۔

② وحدۃ الشہود

جب انسان اس مقام سے ترقی کر جاتا ہے تو اس کی ہستی خدا کی ہستی میں مدغم ہو جاتی ہے اور وہ دونوں ایک ہی ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ نظریہ خدا کی ہستی کو کائنات سے الگ تسلیم تو کرتا اور اس کائنات کو خدا کا پرتو یا سایہ تصور کرتا ہے لیکن مزید روحانی ترقی کے بعد خود کو خدا کی ذات میں گم کر دیتا ہے۔

③ حلول

اس سے اگلا مقام یہ ہے کہ انسان اپنے آئینہ دل کو اتنا لطیف اور صاف بنا لیتا ہے کہ خدا کی ذات خود اس کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے یا حلول کر جاتی ہے۔ گویا وحدۃ الشہود میں تو انسان روحانی

ترقی کرتا کرتا خدا کی ذات میں جا مدغم ہوتا ہے لیکن حلول میں خدا خود اپنے مرتبہ سے نیچے اتر کر انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔

باالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وحدۃ الشہود اور حلول، وحدۃ الوجود ہی کے دوسرے پہلو یا ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔اصل الاصول وحدۃ الوجود ہی ہے۔

[شریعت وطریقت از عبدالرحمٰن کیلانی،ص:۶۴،۶۳]

عقیدہ وحدۃ الوجود کی ابتدا اور بانی

اگرچہ بعض اکابر صوفیا نے وحدۃ الوجود کی توضیح وترجمانی ذوق وحال سے کی ہے مگر اس نظریہ کی ترتیب وتنظیم کا سہرا محی الدین ابن عربی کے سر ہے جس کو نظریہ وحدۃ الوجود کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔انکی کتاب فصوص الحکم اس سلسلے میں آخری سند ہے لیکن یہ خیال بالکلیہ درست نہیں کیونکہ پروفیسر سلیم چشتی نے اپنی کتاب تاریخ تصوف میں حضرت جنید بغدادی کے ۲۱ رسائل کا تفصیلی تعارف کرایا ہے ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نظریہ وحدۃ الوجود کی داغ بیل ڈالنے والے اصل میں جنید بغدادی ہیں اور اس کی تشکیل وتنظیم بعد میں محی الدین ابن عربی کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

[اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات،ص:۱۸۷]

تصوف کے شیخ اکبر کی توحید

تصوف کے بہت بڑے امام ابن عربی کہتے ہیں:

"فيحمدني وأحمده ويعبدني وأعبده" [فصوص الحکم لابن عربی:۸۳/۱]

''وہ میری حمد وثناء کرتا ہے اور میں اس کی حمد وثناء کرتا ہوں۔اور وہ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔''

ابن عربی کے نزدیک کائنات کی ہر چیز، ہر موجود اور غیر موجود شے اللہ کی ذات ہے۔

اللہ کی تعریف یوں کرتا ہے:

"سبحان من أظهر الأشياء وهو عينها" [فتوحات مكية:۲۰۴/۲]

''پاک ہے وہ ذات جس نے تمام اشیاء کو ظاہر کیا اور وہی ان اشیاء کا ظاہر وباطن ہے۔''

سلسلہ تصوف کے صاحب مرتبہ عارف کی یوں تعریف کرتا ہے:

إن العارف من يرى الحق (الله) في كل شئ بل يراه عين كل شيء . [أيضاً]

''عارف وہ ہے جو ہر چیز میں ذات باری تعالیٰ کو دیکھے بلکہ ہر چیز اسے اللہ ہی کی ذات نظر آئے۔''

جیلی کا دعویٰ ربوبیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [آل عمران:۱۸۹]

''زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔''

جیلی کہتا ہے:

لي الملك في الدارين لم أر فيهما
سواى فأرجو فضله أو فأخشاه

''دونوں عالم میں میری حکمرانی ہے ان دونوں عالم میں، میں نے اپنی ذات کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ لہٰذا میں اپنی ہی ذات سے فضل وکرم کا طلب گار ہوں اور اسی سے ڈرتا ہوں۔

وقد حضرت أنواع الكمال وإنني
جمال جلال الكل ما أنا إلا هو

''کمال کے جمیع مراتب میں نے طے کر لیے اور میں اس (اللہ) کی تمام جلالت وجبروت کا جمال ہوں، میں کچھ نہیں ہوں مگر وہی (اللہ)۔''

[هذه هي الصوفية از عبدالرحمٰن وکیل (ترجمہ: تقی ندوی) ص:۴۸]

ابوحمزہ کا عقیدہ حلول

ابوعلی الروزباری ابوحمزہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

''وہ بہت بڑا حلولی تھا جب ہوا وآندھی، پانی کے گرنے اور پرندوں کے چہچہانے کی آواز سنتا تو چیخ چیخ کر کہا کرتا تھا لبیك لبیك، جس پر لوگ انہیں حلولی کہتے تھے۔''

[تلبیس إبلیس: ۲۱۰/۱، تاریخ بغداد، ۳۷۱/۱]

اسی طرح ایک روز ابوحمزہ کو الحارث المحاسبی کے گھر جانا ہوا کہ حارث کی بکری نے میں میں کیا تو ابوحمزہ ہچکیاں لینے لگا اور بکری سے مخاطب ہو کر کہا لبیك یا سیدي۔ الحارث المحاسبی یہ الفاظ سن کر غصے میں آ گئے اور کہا کہ اگر تو نے توبہ نہ کی تو میں تجھے ذبح کر دوں گا، تو ابوحمزہ نے جواب دیا معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی تصوف کے میدان میں مبتدی ہو۔

قرآن مجید کے بارے میں نظریہ تصوف

قرآن مجید کے بارے میں اہل تصوف کا عظیم پیشوا تلمسانی لکھتا ہے:

''قرآن تو پورے کا پورا شرک ہے، توحید تو ہمارے کلام میں ہے۔''

[مجموعة الرسائل والمسائل أز ابن تیمیہ: ۱۴۵/۱]

نبی ﷺ کے بارے میں نظریہ تصوف

محمد ﷺ کی حقیقت کے بارے میں اہل تصوف کا یہ قول ہے:

''وہ ذات جس میں پہلی بار ذات الٰہی جلوہ گر ہوئی اور اس کے اسماء حسنیٰ ہیں اور وہی اللہ کا اسم اعظم ہے۔'' [جامع الأصول في الأولياء:ص۱۰۷]

یعنی اہل تصوف کے ہاں محمد ﷺ بشر ہے نہ رسول بلکہ اپنے اعلیٰ مراتب میں ذاتِ الٰہی ہے۔ محمد اہل تصوف کے نزدیک اسم اعظم ہے۔ اسم اعظم کیا ہے؟ تمام اسماء کا جامع یا ذاتِ الٰہی کا نام۔ اس اعتبار سے وہ وجودِ مطلق ہے۔ [أیضا]

صنف نازک میں ربِ تصوف کا حلول

صوفیا ہمیشہ صنف نازک کی زلفوں کے متوالے رہے ہیں۔ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لینا ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حق جل شانہ تعالیٰ کی ذات ایک فتنہ گر، کافر ادا اور عاشق عورت کے روپ میں زیادہ جلوہ گر ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ) جو اپنی جسمانی شہوت کی آگ بجھانے کیلئے کسی مرد کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔

اہل تصوف میں حیوانی شہوت پرستی عام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جب اہل تصوف پر عورت سے لذت اندوزی کا بھوت سوار ہوا اور ان کے حصہ میں ناکامی آئی تو انہوں نے صنفِ نازک کے حسن و جمال میں قصیدے اور غزلیں کہنا شروع کر دیں مگر جب اس سے بھی ان کا یہ رذیل مقصد پورا نہ ہوا تو عورت کو اللہ کا روپ بلکہ عین رب قرار دے دیا۔

عورت کو پانے کے لیے ایک اور حربہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

''اللہ کی ذات نفسانی خواہشات سے تڑپتی ہوئی عورت کے اندر پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے۔''

ابن فارض عورت کے متعلق خدائی تصورات پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

ففي النشأة الأولىٰ تراءت لآدم
بمظهر حوا قبل حكم البنوة
وتظهر للعشاق فى كل مظهر
من اللبس فى أشكال حين بديعة
ففى مرة لبنى وأخرى بثينة
وآونه تدعى بعزة عزت

[هذه هي الصوفية ص:۳۳، ۳۵]

''رب آدم کیلئے حوا کی شکل میں، قیس کیلئے لبنیٰ کی صورت میں، جمیل کیلئے بثینہ کی شکل میں اور کثیر کے عزہ کی پرفتن اداؤں میں ظاہر ہوا۔''

توحیدِ تصوف

ائمہ اصول اور عقیدہ اہل سنت والجماعہ کے ہاں توحید کی تین اقسام ہیں۔توحیدِ ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید الاسماء والصفات۔توحید کی ان تینوں اقسام پر ایک طرح بلاتفریق اور ہر وقت ایمان لانے والا مسلمان ہے۔ اہل تصوف کے ہاں توحید کے تین مراتب ہیں جیسا کہ اصطلاحاتِ صوفیہ میں ہے۔

① توحید عامہ یعنی توحید شرعی

② توحید خاص (جسے توحید ذوقی کہتے ہیں)

③ توحید اخص الخاص (جسے توحید ذوقی کہتے ہیں)

توحید عامہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پر ایمان لائے یعنی زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد رکھے......اور انسان توحید شرعی سے آگے بڑھ کر توحید ذوقی یعنی وحدۃ الوجود کے مزے لیتا ہے۔جس کا بیان کسی عبارت، کسی لفظ سے ممکن نہیں۔سالک پر جب یہ معنی کھل جاتے ہیں تو یہ توحید اخص الخاص ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

اس توحید خاص میں سالک پر وحدۃ الوجود کا انکشاف یا اس طرح ہوتا ہے کہ اس ذات واحد وجود مطلق کو ہر ذرہ میں عیاں دیکھتا ہے اس کو وحدۃ فی الکثرت کہتے ہیں۔ یا اس طرح ہوتا ہے کہ اسی ذات احد میں جملہ کائنات کا مشاہدہ ہوتا ہے اس کو کثرت فی الوحدت کہتے ہیں۔گویا توحید خاص کے دو درجے ہیں، سالک ان دو درجوں کو طے کر کے آگے بڑھتا ہے اور توحید اخص الخاص کے مزے لیتا ہے۔تو یہ حقیقت کی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ خدا کے وجود کے سوا کوئی دوسرا حقیقی وجود نہیں۔سب موجودات اس کا ظل اور سایہ ہیں اور کسی قید سے مقید نہیں۔

آپ نے توحید صوفیا، عقیدہ وحدۃ الوجود، الوجود فی الکثرت اور الکثرت فی الوجود، کہ خدا کے وجود کے سوا کوئی وجود نہیں اور اس پر مشائخ تصوف کے اقوال کو ملاحظہ فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ کائنات مخلوق اور خالق کے درمیان کوئی تمیز نہیں ہر چیز میں خالق ہے اور خالق میں ہر چیز ہے۔

اس باطل نظریہ کی تردید میں ائمہ اُصول نے بہت لکھا ہے۔طوالت کے خطرہ کے پیش نظر میں ایک آیت اور حدیث کے مختصر الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی

الْعَرْشِ ﴾ [السجدۃ:۴]

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیز ان دونوں میں ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔''

تصوف وطریقت کے اجزائے ترکیبی کا کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ

پروفیسر سلیم چشتی کہتے ہیں کہ:

''اسلامی تصوف قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

① توحید خالص ② تبلیغ دین ③ اتباع شریعت ④ خدمت خلق ⑤ جہاد

[اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش از یوسف سلیم چشتی، ص:۹]

اگر ان مذکورہ اجزائے ترکیبی کا جائزہ لیا جائے تو یہ دین اسلام کے مبادی قواعد اور اصول ہیں جن کی تعلیم روزِ ازل سے جاری ہے۔ ان کو تصوف کا رنگ دینا یا تصوف کے اُصول گردانا محض تکلف ہے۔

اسلام کے اصولوں میں ذاتی حقانیت پائی جاتی ہے جو غلط نظریات سے آلودہ ہونے میں اپنا دفاع کرنا جانتے ہیں۔ چودہ سو سالہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ توحید میں الحاد کی آمیزش، تبلیغ دین میں رکاوٹیں اور اتباعِ سنت کی بجائے خرافات اور دلیلوں کے مینا بازار سجائے گئے۔ جذبہ خدمتِ خلق کو مفاد سے آلودہ کرنے اور تنسیخ جہاد کے فتویٰ صادر ہو رہے مگر دینِ اسلام حقانیت رکھتا ہے جو لاکھ نشیب وفراز آئیں یہ بنیادی اصول آج بھی منقح منزہ ہیں۔

اَعمالِ صالحہ کی قبولیت کیلئے دو بنیادی شرائط، اخلاص اور متابعتِ رسول ہیں، جن کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پہلی دعوت « قولوا لا إله إلا الله تفلحوا » اخلاص اور باطنی دنیا کو بدلنے اور توحید انقلاب لانے پر مبنی تھی۔ اور دوسری طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا اطاعتِ رسول کا حکم صادر فرمایا جس سے اعمال مقبول ومنظور ہوتے ہیں۔

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد:۳۳]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔''

مذکورہ دو شروط کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ اکٹھا بیان فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

[الکہف: ۱۱۵]

''جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے اسے چاہیے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
''فقہ اسلامی کی بنیاد تین چیزوں پر ہے''

① إنما الأعمال بالنيات [صحيح البخاري:١]
''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

② من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ [متفق علیہ]
''جس شخص نے ہماری شریعت میں کوئی نئی چیز گھڑی جو نہ تھی وہ مردود ہے۔''

اور اس معنیٰ میں ایک اور حدیث ہے:
من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ [صحيح مسلم:٤٤٩٣]
''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہماری طرف سے کوئی امر نہ تھا، وہ مردود ہے۔''

③ الحلال بين والحرام بين [صحيح البخاري:٥٢]
''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔''

اِن اصول ثلاثہ میں انقیاد باطنی (اخلاص)، انقیاد ظاہری (اطاعت رسول) اور تیسری اہم چیز رزق حلال ماله و ما عليه کا اہتمام ہے۔

کلمہ توحید خالصتاً اخلاص ہے۔ نماز کے بارے میں حکم ہے:
﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ [البقرة:٤٣]
''نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔''

ایک آیت چھوڑ کر آگے فرمایا:
﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ [البقرة:٤٥]
''اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ یقیناً نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر جو عجز کرنے اور ڈرنے والے ہیں۔''

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اعمشؒ سے خشوع کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے: ''اے ثوری! تم لوگوں کا امام بننا چاہتے ہو اور خشوع کے بارے میں نہیں جانتے؟ سنئے! غیر مرغوب کھانا کھانا اور کھردرے کپڑے پہننا اور سر کو جھکائے رکھنا خشوع نہیں، بلکہ خشوع یہ ہے کہ آپ حق کے معاملے میں امیر و غریب کو ایک آنکھ دیکھیں اور تمام فرائض کی بجا آوری میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہو جائیں۔ اور خشوع ایک دلی کیفیت کا نام ہے جس کا جوارح پر اثر ظاہر ہوتا ہے اور یہ نماز کی روح ہے۔'' [فتح القدير:١٨٤/١]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خشوع کی تعریف یوں فرماتے ہیں:
أن الخشوع هو الإستسلام للحكمين وهو الانقياد بالمسكنة والذل لأمر الله

وقضائه [مدارج السالكين:١/٢٢٢]

''خشوع یقیناً حکم دینی اور حکم قدری ہر دو قبول کرنا۔ بیچارگی سے لبریز انقیاد اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا نام خشوع ہے۔''

اور جہاں زکوۃ وصدقات کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۤءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [البقرة:٢٦٤]

''اے مومنو! اپنے صدقات وخیرات، احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔''

اور

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۤءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [البقرة:٢٧١]

''اگر تم خیرات ظاہر کر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور اس طرح کا دینا تمہارے گناہوں کو بھی مٹا دے گا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔''

اور روزہ تو ہے سری عبادت جو محض اللہ اور بندے کے مابین ہے۔ حدیث قدسی ہے:

«الصوم لي وأنا اجزي به» ''روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا۔''

اسلام کا پانچواں اور آخری رکن حج ہے، جس کا آغاز بھی توحید واخلاص سے ہوتا ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ [آل عمران:٩٧]

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔''

جن کو مجموعی طور پر ایک آیت کے استشہاد سے یوں بیان کیا جاتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ * لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾

[الأنعام:١٦١، ١٦٢]

''کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں مطیع ہونے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

اہل تصوف کی بیعت اور دست بوسی

تجدید تصوف وسلوک کے مؤلف عبدالباری بیان کرتے ہیں:

''بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے سے زیادہ واقف وماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دینا، جس طرح بائع مشتری کے ہاتھ میں چیز سونپ دیتا ہے۔'' [تجديد تصوف وسلوك از عبد

البارى، ص: ۹۹]

مزید بیعت کی وضاحت کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں:

''بیعت ایسے معاہدے سے تعبیر ہے جس میں شیخ کی طرف سے اصلاح کا وعدہ ہوتا ہے اور طالب کی طرف سے اتباع کا۔'' [ایضاً ص۱۰۳]

رسول اللہ ﷺ سے مختلف احادیث میں بیعتِ اسلام، بیعتِ جہاد، بیعت فعل الخیر وغیرہ ثابت ہیں لیکن کوئی بھی بیعت ہو اس کا ایک طریقہ عمل اور دائرہ کار ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) فرماتے ہیں:

''بیعت کا دائرہ امامتِ کبریٰ تک محدود ہے ایسے امام کی بیعت ہی کی جا سکتی ہے جو واقعی اقتدار رکھتا ہو، حدود نافذ کر سکتا ہو، صلح و جنگ کے معاہدے کر سکتا ہو۔ وہ چاہے جہاد پر بیعت لے یا کسی فعل خیر پر یا کسی برائی سے رکنے پر۔ بیعت لینا اس کا حق ہے، البتہ کسی غیر اسلامی کام پر اگر وہ بیعت لینا چاہے تو اس کی بات مانی نہ جائے گی۔'' [ماہنامہ محدث، جون ۲۰۰۷]

صوفیا کے ہاں طریقت اور بیعت چونکہ لازم و ملزوم ہیں چنانچہ اس تعلق سے بھی نئے نئے شگوفے کھلتے رہتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بیعت کے سلسلہ میں صوفیا نے ایک اور شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اویس قرنیؒ نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا، نہ بیعت کی تو ان کی ارواح کی آپس میں بیعت کرا دی اور اسے نسبت اویسیہ کا نام دیا اور راستہ کی اس رکاوٹ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص کی فلاں شخص سے ملاقات ہی ثابت نہیں یا پیر کی وفات کے بہت عرصہ بعد مرید کی پیدائش ہو تو وہ یہی نسبت اویسیہ قائم کر کے اپنا سلسلہ جاری فرما کر کام چلا لیتے ہیں۔''

[شریعت و طریقت، ص: ۴۳۳]

چلہ کشی کی ایجاد

صوفیا کے ہاں چلہ کشی کی اصطلاح بڑی عام ہے جس کو بعد میں تبلیغ کے میدان میں بھی بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ لہٰذا چلہ کو متاخرین صوفیا نے ایجاد کیا جس کا مدار ایک بے اصل حدیث پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص رکھے گا تو یوں ہوگا...... وغیرہ وغیرہ۔''

رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کا انتساب کرنا غلط اور جرات بے جا ہے کیونکہ اخلاص تو بندے پر ہمیشہ واجب ہے، چالیس روز کی شرط لگانے کی آخر کیا وجہ ہے؟ کیا چالیس روز گزر جانے کے بعد

بندے کو اپنے اعمال میں ریا کاری کی اجازت ہے؟ [اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات: ص۱۲۱]

تحریک تصوف اور عصری مسائل ومحرکات

تحریک تصوف اور عصری مسائل کا جائزہ لینے سے پہلے ہمیں تحریک تصوف کے انشاء، ظہور کی وجوہات پر نظر ڈالنی چاہیے کہ اس کے پیچھے اصل محرکات کیا ہیں جبکہ اس تحریک کے ظہور اور انشا کے اسباب آپ جان چکے ہیں لیکن دوسری طرف تصوف کے حق میں عالمی کانفرنسز اور عصری مسائل ومحرکات معرض وجود میں آ رہے ہیں۔

اس کے محرکات کیا ہیں؟ اس کا صرف ایک ہی محرک ہے کہ مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ، جہاد اور مزاحمت کو چھوڑ کر مسجد کے کونوں میں بیٹھ کر چلوں مراقبوں اور حال میں بے حال ہو کر صہیونی طاقتوں کو دنیا پر حکومت کرنے اور ورلڈ آرڈر چلانے کا راستہ ہموار کریں۔

اس بات کو گمان جان کر رد کرنے سے پہلے ایک اہم سوال توجہ طلب ہے کہ اسلامی دعوت کے میدان میں بہت سے مناہج وافکار کام کر رہے ہیں۔ایسی حالت میں امریکہ کو کس منہج وفکر سے زیادہ خوف لاحق ہے؟

① اسلامی سیاسی تحریکوں اور پارٹیوں سے؟
② وہابی تحریکوں اور اداروں سے؟
③ تصوف کے پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مختلف سلسلوں سے؟
④ حکومت کے زیر نگرانی دینی اداروں سے؟

بہت سے امریکی تھنک ٹینک نے اس سوال کا واضح جواب دیا ہے اور اب سب کا اس اُمر پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ وہابی تحریکیں ہی امریکہ کیلئے سب سے زیادہ خوف اور پریشانی کا مرکزی سبب ہیں۔

جہاد نامی ویب سائٹ کا ڈائریکٹر رابرٹ سپنسر پھیلتے ہوئے اسلامی شعور پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''آپ اس کو اسلامی بیزاری کہیں یا تحریکِ اصلاح، جو بھی کہیں اس میں ضروری ہے کہ قرآنی تعلیمات کی حرف بحرف تطبیق کے منہج کو روکا جائے اور اس کو دوبارہ ظہور پذیر نہ ہونے دیا جائے۔''

دورِ جدید اور صوفی اِزم

یہ بحث بھی اپنی اہمیت کی وجہ سے قدرے تفصیل کی متقاضی ہے۔تصوف یا صوفی ازم دین حق

کے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے۔ یہ بات بہت سے دلائل سے واضح ہو چکی ہے کہ امریکی ارباب دانش کے سامنے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے کتاب وسنت پر مبنی دینی شعور کی موجودہ صورت حال میں صوفی ازم ایک بہترین متبادل راستہ ہے۔ جس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

- ۲۰۰۳ء میں نکسن سٹڈی سنٹر، واشنگٹن میں ''تصوف اور امریکہ کی عالمی سیاست میں اس کا متوقع کردار'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار کے شرکا میں معروف اسلام دشمن امریکی سکالر ڈاکٹر برنارڈ لوئیس سرفہرست تھا۔ دوسرے شرکاء میں ترکی کے سابق صدر ترگت اوزال کے بھائی کرکوت اوزال اور امریکن اسلامک کونسل کے ڈائریکٹر محمد ہشام قبانی بھی شامل تھے۔
- امریکن اسلامک کونسل، صوفی ازم یا تصوف کا نمائندہ ادارہ ہے جس کے بانی ہشام قبانی ہیں۔ یہ کونسل امریکی حکومت کا بڑے کھلے دل اور خلوص سے تعاون کرتی ہے اور خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرنے سے بھی نہیں چوکتی۔
- یاد رہے کہ سابق امریکی نائب وزیر دفاع پال وولف کی اسلامی کونسل کے ممبران کے ساتھ باقاعدہ سلسلہ وار میٹنگز منعقد ہوتی تھیں ...... اراکین کونسل اسلامی خطرہ سے نمٹنے کیلئے اپنے مخلصانہ مشورے امریکی وزارت دفاع کے ذمہ داران کے سامنے پیش کرنے کا شرف بھی حاصل کیا کرتے تھے۔

اب ہم صوفی ازم کی دو عالمی شخصیات کا تذکرہ کرتے ہیں ان میں پہلی شخصیت علی جعفری اور دوسری شخصیت ہشام قبانی ہے:

① یمنی نژاد علی جعفری صوفیت کا سرگرم داعی ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے اس نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔ اس کی شہرت کا آغاز یوں ہوا کہ مصر میں اس نے مالدار اور تاجر طبقہ میں صوفیانہ انداز میں وعظ اور سماع کی مجالس منعقد کرنا شروع کیں۔ جن مجالس کی وجہ سے اس طبقہ کے افراد میں اس کا نام واعظ کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ لوگوں کے ذہنوں میں اس کا معتبر مقام بن گیا اور یہ عموماً صوفیوں کا طریقہ کار ہے کہ وہ عوام کو قرآنی اور نبوی تعلیمات کے قریب کرنے کی بجائے شخصیات کے گرد جمع کرتے ہیں۔

② صوفی اِزم کی دوسری عالمی شخصیت ڈاکٹر ہشام قبانی ہے جن کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ اصل لبنانی ہے اور امریکہ میں مقیم ہے جہاں پر اس نے اسلامک کونسل کے نام سے صوفی ازم کے معروف ادارے کی بنیاد رکھی ہے۔ امریکی حکومت کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ امریکی وزارتِ دفاع اور وزارتِ

خارجہ میں اس کے کئی لیکچرز ہو چکے ہیں۔ان لیکچرز کے مقاصد کا اندازہ ان میں سے ایک لیکچر کے عنوان سے لگایا جا سکتا ہے، جو یہ ہے: ''اسلامی بنیاد پرستی اور امریکی سلامتی کیلئے اس کے خطرات''

[مجلہ البیان، لندن، (ترجمہ: قاضی عبدالکریم)، بحوالہ ماہنامہ 'محدث'، فروری ۲۰۰۷ء، ص: ۲۷ تا ۳۲]

تصوف کے نتائج

تصوف کے نتائج میں سے ایک اہم نتیجہ ترک جہاد ہے۔ حالانکہ اصلی بات یہ ہے جو کہ حسن البنا نے فرمائی: "الجهاد في الحياة و الحياة في الجهاد"

خود ساختہ درود وظائف میں مشغولیت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ جہاد سے بالکل ہی غافل ہو گئے۔ کسی کوٹھڑی میں بیٹھ کر ضربیں لگانے کو ہی جہاد قرار دے لیا۔ بلکہ اس کیلئے روایات بھی گھڑیں جن میں کفار سے لڑائی نفس سے جہاد کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ ہمارے ملک میں جماعتیں کفار سے جہاد کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان حضرات نے بہت سے حیلے ایجاد کیے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں جس کا کلمہ اور نماز ہی درست نہیں اس کے جہاد کا کیا فائدہ؟ کبھی کہتے ہیں صحابہ کے ایمان جیسا ایمان حاصل کرو پھر کفار سے جہاد کرو۔ حالانکہ کلمہ اور نماز بھی میدان جنگ میں زیادہ درست ہوتے ہیں اور ایمان بھی وہاں زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ غرض ان حضرات کی ان پالیسیوں کی وجہ سے تمام دنیا کے کفار ان سے خوش ہیں۔ انہیں ہر ملک میں اپنا دین تصوف پھیلانے کی آزادی ہے کیونکہ کفار کو معلوم ہے کہ مسلمان دین تصوف میں الجھ جائیں تو لڑنے کے قابل نہیں رہتے۔ تصوف سے اسلام کو جو نقصان پہنچا اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

آج پاکستان کے اعتدال پسند حکمران بھی اس روش پر گامزن ہیں، مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ماند کرنے اور اسلام کو کفر کے سامنے سرنگوں کرنے کیلئے صوفی ازم کے نام سے ملک بھر میں کانفرنسز منعقد کروا رہے ہیں تاکہ غیر ملکی آقاؤں کو خوش رکھتے ہوئے اپنی کرسی مضبوط کی جائے۔ رہا اسلام تو اس سے رسمی تعلق ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے تمام افراد اور گروہ سے محفوظ فرمائے۔

☆......☆......☆

نوٹ: زیر نظر شمارہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر جولائی اور اگست ۲۰۰۸ء کا مشترکہ ہے۔ [ادارہ]